ایک مشفق و محسن اور مربّی کی رحلت

سید محمد معاویہ بخاری

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

یہ دور قحط الرجال کا دور ہے اور بقول معروف دانشور جناب اشفاق احمد مرحوم کے یہ تو ڈنگر ڈھوروں کا دور ہے، انسان پیدا ہونے بند ہوگئے ہیں، ایسے حرماں نصیب دور میں شرف انسانیت سے ممتاز، علم وعمل کے شہسوار، ہزاروں لاکھوں کی ہدایت ورہنمائی کا باعث بننے والے رہبر واستاذ، تزکیۂ نفس سے ارواح کو اجالنے اور نمونۂ اخلاق واعمال سے زندگیوں میں تغیر لانے والے مخلص وبے ریا بندگان خدا کا اس بے ثبات دنیا سے رخت سفر باندھ کر عالم بقاء (ابدی راحتوں کے مسکن) منتقل ہو جانا یقیناً اہل دل کیلیے بہت بڑا سانحہ ہے۔ کرۂ ارضی کو جن پاکیزہ نفوس کی بدولت بے شمار عذابوں سے محفوظ بنا دیا جاتا ہے، جن کے وجود کی برکت سے خوشنما ماحول بنتے ہیں اور جن کی مستجاب دعاؤں کے طفیل آسمانوں پر رحم و کرم کے فیصلے باقی رکھے جاتے ہیں، جو فاذکرونی اذکرکم کا عملی مصداق بنتے ہیں۔ جنہوں نے ویرانوں میں پھول کھلائے، جھلستے رہگزاروں کو گلستانوں میں تبدیل کیا جو رب بے نیاز کے بندۂ بے نیاز بن کے جیئے، جن کے علم، حلم، کرم کی گواہیاں بے شمار ہوں ایسی انسان گر شخصیات کا دنیا سے اٹھ جانا قرب قیامت کا اعلان ہی تو ہے۔

۵ر مئی ۲۰۱۰ء بروز بدھ کو ایسی ہی ایک جہاں تاب شخصیت خانقاہ سراجیہ کے مسند نشین شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب ﷫ عالم فنا سے عالم بقا کو تشریف لے گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

اپریل ۲۰۱۰ء کے آخری عشرے کی بات ہے جب اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ خانقاہ سراجیہ کے مسند نشین یادگار اسلاف حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کو شدید علالت کے باعث ملتان کے ایک نجی ہسپتال (سیال ہسپتال) میں داخل کرا دیا گیا ہے۔ حضرت کی علالت کے بارے میں بتایا گیا تھا گزشتہ تین ماہ سے بیمار ہیں اور انہیں یرقان کا عرضہ لاحق ہے۔ مرض کی شدت میں اضافہ کے سبب انہیں انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رکھا گیا تھا۔ راقم اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حضرت کی زیارت کیلیے ہسپتال حاضر ہوتا رہا لیکن کیونکہ معالج حضرات نے ملاقات کی اجازت نہیں دے رکھی تھی۔ اس لیے محض دور سے چہرۂ مبارک دیکھ کر دعائے صحت کر کے واپسی ہو جاتی۔ ۲ اور ۳ر مئی کو چند قریبی احباب نے بتایا تھا کہ حضرت کی صحت پہلے سے قدرے بہتر ہے جبکہ ۴ر مئی کو اطلاعات یہ تھیں کہ حضرت نے تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد معقول ٹھوس غذا بھی لی تھی ورنہ ادویات اور مشروبات پر ہی اکتفا کیا جا رہا تھا۔ ۵ مئی کی یہ اطلاع اپنی جگہ خوش آئند تھی کہ شدید نقاہت کے باوجود حضرت کی طبیعت نسبتاً

ٹھیک ہے لیکن پھر نماز مغرب کے بعد اچانک ہی حضرت مولانا کے انتقال کی خبر آ گئی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

بھیرہ سے ہمارے مہربان مولانا عزیز الرحمٰن خورشید کا فون آیا تھا اور وہ اس حادثۂ فاجعہ کی تصدیق کرنا چاہتے مگر اس وقت تک میں بھی انہی کی طرح اس حادثہ سے لاعلم ہی تھا اس لیے فوراً ہسپتال کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر دیکھا کہ حضرت جسد خاکی کو ہسپتال کے کمرے سے ایمبولینس میں منتقل کیا جا رہا تھا۔ برادر محترم سید محمد کفیل بخاری صاحب، اور برادر عزیز حافظ مولوی سید عطاء المنان بخاری سلمہ سے وہاں ملاقات ہوئی جو حضرت ﷫ کے صاحبزادہ کے پاس غم واندوہ کی تصویر بنے کھڑے تھے۔

ایمبولینس کے شیشہ سے حضرت کا نورانی چہرہ صاف نظر آ رہا تھا اور لوگ اپنے مرشد و رہنما کے چہرے کی ایک آخری جھلک دیکھنے کے لیے دیوانہ وار لپک رہے تھے۔ اس صورتحال کو بھانپتے ہوئے فوری طور پر فیصلہ کیا گیا کہ ایمبولینس کو جلد سے جلد وہاں سے روانہ کیا جائے، بصورت دیگر بے پناہ رش کی وجہ سے کئی مشکلات پیدا ہوسکتی تھیں۔ ذرائع ابلاغ پر حضرت کے سانحۂ وفات کی خبر نشر ہونے کے بعد لوگ ہسپتال کا رخ ہی کر رہے تھے اور جہاں ہسپتال واقع ہے اس روڈ پر سینکڑوں لوگوں کے اجتماع کی گنجائش بالکل بھی نہیں تھی۔ چنانچہ ایمبولینس کو فوری طور پر روانہ کر دیا گیا اور مشتاقان آخری دیدار سے معذرت کرتے ہوئے انہیں جنازہ میں شرکت کے لیے خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف پہنچنے کی تلقین کی گئی۔ جنازہ کیلیے ۶ مئی بروز جمعرات تین بجے سہ پہر کا وقت بتایا گیا، اس اطلاع کے بعد تمام عقیدت مند کندیاں شریف کی جانب روانہ ہوگئے۔ ملک بھر سے دن رات کی تمیز کیے بغیر قافلے چل رہے تھے، بزرگ اور نوجوان فاصلوں کی طوالت خاطر میں لائے بغیر محض اللہ کے ایک برگزیدہ بندے کے جنازہ میں شرکت کیلیے عازم سفر تھے۔ دوپہر دو بجے تک جامع مسجد کے قریب وسیع وعریض میدان میں انسانوں کا ایک سمندر جمع ہو چکا تھا۔ سخت گرم موسم کے باوجود لوگ خانقاہ سراجیہ پہنچ رہے تھے۔ قطاریں بنائی جا رہی تھیں، صفوں کو درست کرنے اور نظم وضبط بحال رکھنے کے اعلانات سپیکر سے کیے جا رہے تھے، عقیدت مند دیوانوں فرزانوں پر مشتمل لاکھوں کے اجتماع کا ایک ایسا روح پرور منظر تھا جس کی کیفیات بیان کرنا ممکن نہیں۔ یہ سب لوگ ایک ایسی شخصیت کی محبت وعقیدت میں جمع تھے جس سے ان کی کوئی رشتہ داری نہ تھی، سرکاری دوباری رسوخ اور ذاتی مفادات پر مبنی تعلقات کے برعکس "حبی فی اللہ" کا تعلق کتنا گہرا ہوسکتا ہے؟ اس کا اندازہ ایک مرد درویش، فقیر منش، فنافی اللہ اور وقت کی قطب شخصیت کی جدائی میں روتے بلکتے انسانوں کے جم غفیر کو دیکھ کر بخوبی لگایا جاسکتا تھا۔ حضرت مولانا خان محمد ﷫ کی نماز جنازہ آپ کے صاحبزادہ مولانا خلیل احمد صاحب نے پڑھائی اور آپ کو خانقاہ سے ملحق آبائی تاریخی قبرستان ان کے مرشد اول حضرت مولانا احمد خان صاحب ﷫ اور مرشد ثانی حضرت مولانا عبداللہ صاحب ﷫ کے قرب میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ رحمہ اللّٰہ رحمۃ واسعۃ

خانقاہ سراجیہ کا قیام اور اس کا پس منظر:

برصغیر پاک وہند وہ خوش نصیب خطۂ ارضی ہے جہاں اللہ عزوجل کی محبوب شخصیات نے جنم لیا اور اخلاص وللّٰہیت کے پیکران اولیاء اللہ نے اپنے اطراف میں پھیلی کفر وشرک کی اندوہناک تاریکیوں میں ہدایت ومعرفت کے چراغ روشن کیے، وہ ظلمت کدۂ دھر جہاں مٹی کے بھگوان پوجے جاتے تھے۔ گاؤ ماتا کالی دیوی، سانپ دیوتا برگد کے درختوں اور سورج چاند ستاروں کی پرستش کی جاتی تھی، اللہ کے ان بندوں نے اپنی مخلصانہ ومجاہدانہ جدوجہد اور اپنے بے مثال اخلاق وکردار سے لوگوں کے قلوب و اذہان بدل ڈالے، انہیں کفر وشرک اور بدعات ورسومات کے اندھیروں سے نکال کر ایک پروردگار عالم، بزرگ وبرتر "اللہ" رب

العزت کی معرفت سے روشناس کرادیا۔نسیم پختہ کچی کٹیاؤں میں بنی خانقاہوں، مدارس اور مساجد سے دین اسلام کی ضیاء پاش کرنیں یوں پھیلیں کہ ظلمت کدوں کے مجاور حیران وششدر رہ گئے۔آفتاب و ماہتاب شخصیات کا ایک سلسلۃ الذہب جس نے آنے والے زمانے کا دور بین تجزیہ کرکے اپنی بے لوث دینی محنت کا آغاز کیا تھا۔تاریخ یہی بتاتی ہے کہ اس محنت کے ثمرات کروڑوں اربوں انسانوں تک پہنچے، ہدایت عام ہوئی، اللہ کا نام، اللہ کا دین، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں آپ کی عفت و عصمت کا تحفظ، ختم نبوت پر ایمان ویقین راسخ اور فداکاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت وحرمت ان کی محبت وخدمات کا پرچار ہوا اور امت مسلمہ کیلیے اپنی کھوئی ہوئی پہچان برقرار رکھنے اور عظمت رفتہ کی واپسی کے امکانات کسی حد تک روشن ہوگئے۔خانقاہی نظام نے چار صدیوں کی مشقت اور صبر آزما جدوجہد سے ایک ایسا ماحول پیدا کردیا تھا کہ جس میں تحریک تجدید احیاء دین کو قوت ووسعت نصب ہوئی۔حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس خانقاہی نظام کی تجدید نوجن مستحکم بنیادوں پر کی تھی یہ اسی کے برگ وبار تھے کہ دیوی بن (دیوبند) جیسے کفر گڑھ میں احیاء علوم اسلامیہ کیلیے انار کے ایک درخت کے سایہ تلے پہلا مدرسہ قائم ہوا جو آج ”دارالعلوم دیوبند“ کے نام سے کرۂ ارض پر جگمگا رہا ہے۔ایک طرف علوم دینیہ کی ترویج کیلیے کی گئی یہ بیش بہا کوشش اللہ کے فضل وکرم اور علماء دین کی بے مثال مخلصانہ جدوجہد سے بار آور ہو رہی تھی تو دوسری طرف خانقاہی نظام میں بھی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی مساعیات جمیلہ کے طفیل انقلابی تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں، جمود اور یبوست کی دبیز پرتیں دل ودماغ سے پگھلنے میں گو کہ سو برس سے بھی زائد کا عرصہ لگا لیکن بہرحال خانقاہی نظام جو عیسائی رہبانیت اور ہندو پُروہت پرستی کی راہ چل نکلا تھا۔حضرت مجدد صاحبؒ کی محنت وجدوجہد سے لگنے والی ضرب یداللّٰہی نے اسے پھر جادۂ مستقیم پر گامزن کردیا تھا اور خانقاہیں پھر سے ان اسلاف کی ڈگر پر چل نکلیں تھیں جسے اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منہاج قرار دیا جاتا ہے اور جو قرآن کے حکم، تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیۂ نفس پر مبنی ہیں، اس حسین علمی وروحانی تعلیم وتربیت کے اشتراک سے وہ جماعت مخلصین تیار ہو رہی تھی جسے بعد ازاں فرنگی سامراج کے ہمہ جہتی تباہ کن نظام کی راہ میں بنیان مرصوص بن کر ایستادہ ہونے کے ساتھ ساتھ متعصب ہندو کی دسیسہ کاریوں سے بھی نبرد آزما ہونا تھا۔چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے قافلۂ حریت کے ارکان میں سے ہی ایک فرد جلیل نے مجددی نسبت کا سلسلہ مستحکم کرنے کیلیے دہلی میں خانقاہ مظہریہ قائم کی تھی اور پھر اسی کی ایک شاخ ”خانقاہ احمدیہ موسیٰ زئی شریف“ ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں پہنچی اس کے بعد خانقاہ احمدیہ موسیٰ زئی شریف کے تیسرے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا ابوالسعد احمد خاںؒ نے اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ کی یاد میں میانوالی کے مضافات میں اپنے آبائی ”علاقہ ورقبہ“ پر خانقاہ سراجیہ قائم کی۔خانقاہ سراجیہ کی تعمیر ۱۹۲۰ء سے پہلے شروع ہوئی تھی۔حضرت مولانا احمد خاںؒ اپنے علاقہ کے بہت بڑے زمیندار تھے لیکن دنیوی ثروت رکھنے کے باوجود فقیرانہ مزاج پایا تھا، دینی تعلیم کے حصول کا بے انتہا شوق اور خانقاہی نظام سے وابستہ ہونے کی تڑپ تھی۔چنانچہ اسی شوق وتڑپ کی تکمیل کیلیے نہ صرف دینی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد خانقاہ احمدیہ موسیٰ زئی شریف میں پہلے حضرت خواجہ محمد عثمانؒ اور پھر ان کے جانشین وفرزند حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ سے روحانی فیض وتربیت حاصل کی اور تمام مشکل مراحل اور تکالیف کو انتہائی درجہ صبر واستقامت کے ساتھ برداشت کرکے عنداللہ وعندالناس اعلیٰ مقام ومراتب حاصل کیئے۔یہ اسی فیض و

تربیت کا نتیجہ تھا کہ مولانا احمد خاںؒ نے متوسلین خانقاہ سراجیہ ''طالبانِ حق'' کو خوب خوب فیض بہم پہنچایا ان کی تعلیم و تربیت اور تزکیہ کے مراحل طے کرانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ جلد ہی خانقاہ سراجیہ اور حضرت مولانا احمد خاں کے فیض و تربیت کا شہرہ برصغیر کے اطراف واکناف تک پھیلنے لگا۔ اس وقت کے اکابر علماء اور دارالعلوم دیوبند کے مشائخ خانقاہ سراجیہ تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ نے اپنی حیات سعید میں ہی اپنے تربیت یافتہ ۳۱ بزرگ حضرات کو خلافت عطا فرمادی تھی۔ آپ کا انتقال ۱۹۴۱ء میں ہوا اور آپ کی رحلت کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق ہی فہرست خلفاء میں سے حضرت مولانا عبداللہؒ کو جانشین مسند خانقاہ سراجیہ مقرر کیا گیا۔

حضرت مولانا عبداللہؒ ایک عالم باعمل اور تزکیۂ نفس کے خانقاہی نظام سے مصفا ہو کر نکلنے والی شخصیت تھے چنانچہ انھوں نے بھی اپنے شیخ حضرت مولانا احمد خاںؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خانقاہ سراجیہ کی روشن روایات کو پروان چڑھایا اور دین اسلام کی تعلیم و تبلیغ کیلیے اپنے آپ کو وقف کیے رکھا۔ مذکورہ دونوں شخصیات کے خلوص وللّٰہیت کے طفیل ہی خانقاہ سراجیہ کی شہرت برصغیر کی حدود سے نکل کر دنیا بھر میں پھیلنے لگی اور حلقۂ خانقاہ سراجیہ میں شامل ہونے والے لوگ ایک تسبیح کی طرح باہم جڑے ہوئے یک فکر ہو گئے۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ کی ولادت اور خانقاہ سراجیہ سے تعلق:

برادر محترم جناب عبداللطیف خالد چیمہ صاحب اور محترم حافظ حبیب اللہ چیمہ صاحب کی بیان کردہ مصدقہ روایت کے مطابق حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کے شناختی کارڈ اور دیگر دستاویزات پر درج تاریخ پیدائش ۱۹۲۰ء ہے جبکہ ایک اور روایت کے مطابق جو کہ حضرتؒ کے فرزندان گرامی سے منقول ہے کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی تاریخ پیدائش ۱۹۲۰ء سے پہلے کی ہے۔ تاہم سال، مہینہ اور دن کا تعین اس لیے ممکن نہیں کہ اس سلسلہ میں کبھی تصدیق کا موقع ہی نہیں آیا لیکن اس بات کا تعین کسی حد تک بہر حال کیا جا سکتا ہے کہ حضرتؒ کی ولادت ۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۶ء کے درمیان کسی ماہ میں ہوئی تھی اور یہ بات زیادہ قرین حقیقت اس لیے بھی معلوم ہوتی ہے کہ خانقاہ سراجیہ کی تعمیر بھی ۱۹۲۰ء سے پہلے ہی شروع ہوگئی تھی اور بانی خانقاہ حضرت مولانا احمد خاں صاحبؒ نے اپنے قریبی عزیز اور مرید خاص خواجہ محمد عمرؒ سے ان کے تین بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو اپنے لیے مانگ لیا تھا جس پر خواجہ محمد عمرؒ نے اپنے تینوں بیٹے مرشد گرامی حضرت مولانا احمد خاں صاحبؒ کی خدمت میں پیش کر دیئے تھے۔ حضرت مولانا احمد خاں صاحب قدس سرہٗ نے ان میں سے ''حضرت خواجہ خان محمدؒ'' کو منتخب کر کے اپنے زیر سایہ ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام شروع فرما دیا تھا۔ مذکورہ بالا روایت کے مندرجات کو ملحوظ رکھا جائے تو کسی حد تک یہ طے کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کا سن ولادت کیا ہے؟ کیونکہ خانقاہ سراجیہ کی تعمیر ۱۹۲۰ء سے پہلے شروع ہوئی تھی اور جب اس کے تعمیراتی مراحل طے ہوئے تو ۱۹۲۱ء کا زمانہ شروع ہو چکا تھا اور اس وقت حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی عمر ۵ سے ۶ برس کے درمیان تھی اور یہی وہ عرصہ تھا جب وہ حضرت مولانا احمد خاں صاحبؒ کے سایہ عاطفت میں آ گئے تھے۔ **(واللّٰہ تعالیٰ اعلم)**

حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ بچپن سے ہی انتہائی سنجیدہ، بردبار، صلح جو، عافیت پسند، خاموش طبع اور عمیق

غور وفکر جیسی امتیازی خصوصیات سے متصف تھے۔ حضرتؒ کے بچپن اور نوجوانی کے حوالہ سے دستیاب مصدقہ روایات ثابت کرتی ہیں کہ مذکورہ بالا خصوصیات حضرت کو فطرتاً ودیعت ہوئی تھیں چنانچہ مرشد واستاذ حضرت احمد خان صاحبؒ کی نظر دوربین نے سعادت ونجابت کی انہی خصوصیات کی بدولت ہی آپ کا انتخاب کیا اور تعلیم وتربیت اپنے ذمہ لے لی تھی۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ کا تعلیمی انہماک، تربیت پر عمل اور عبور جیسے اوصاف جلد ہی انہیں اپنے ہم عصروں سے بہت آگے لے گئے۔ اس وقت غیر منقسم برصغیر میں تعلیم دین کی دو سب سے بڑی یونیورسٹیاں موجود تھیں۔ اوّل: دارالعلوم دیوبند اور دوم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی خوش قسمتی دیکھئے کہ انہیں علوم اسلامیہ کی دونوں ہی یونیورسٹیوں سے اکتساب علم کا بھرپور موقع ملا اور اپنے وقت کے عظیم الشان وجلیل قدر، جبال علوم اساتذہ سے براہ راست علمی وروحانی استفادہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی اور سلسلہ تعلیم مکمل ہوتے ہی آپ حضرت مولانا احمد خاں صاحبؒ کے پاس خانقاہ سراجیہ واپس تشریف لے آئے اور روحانی سلسلہ کے مدارج طے کرنے کے ساتھ ساتھ خانقاہ سراجیہ میں قائم مدرسہ سعدیہ میں بحکم مرشد تدریسی خدمات بھی سرانجام دینے لگے۔ اس کے ساتھ خانقاہی امور کی انجام دہی بھی آپ ہی کے ذمہ تھی۔ حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ کو حضرت خواجہ خان محمدؒ پر اس قدر اعتماد تھا کہ حضرت کی خانگی ضروریات کا اہتمام بھی آپ ہی کیا کرتے تھے۔ قران السعدین کا عالم یہ تھا کہ ایک طرف حضرت مولانا احمد خاں صاحبؒ کی نظر عنایت بھرپور توجہات کے ساتھ ملتفت تھی تو دوسری طرف حضرت مولانا عبداللہؒ بھی آپ کو ہمیشہ سفر وحضر میں اپنے ساتھ رکھتے اور اپنے شیخ حضرت مولانا احمد خاں صاحبؒ کی سونپی گئی ذمہ داریوں کو بتدریج وبہ طریق احسن آپ کو منتقل کرتے رہے۔ خالص سونا کسوٹی پر اپنی چمک دکھلانے لگا تھا۔ علم وعمل، تعلیم وتزکیہ اور پھر فطری خداداد صلاحیت کے سبب حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ اس کمال تک بھی پہنچ گئے جو ہر کسی کا نصیب نہیں ہوتا مگر وسعت ظرف کا یہ عالم تھا کہ علم وحکمت کے سمندر پی کر بھی طلاطم کے آثار دکھائی نہیں دیتے تھے، سادگی، سنجیدگی اور متانت کا دامن انتہائی وسیع اور قابل رشک تھا یہی وجہ تھی کہ حضرت مولانا عبداللہؒ اپنے جانشین سے انتہائی خوش اور مطمئن تھے کہ خانقاہ سراجیہ کی مسند کیلیے ایک جوہر قابل تیار ہو چکا تھا۔ ۱۹۵۶ء میں حضرت مولانا عبداللہؒ بھی اس دارِفانی سے دارالبقاء کو تشریف لے گئے اور حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کو بالاتفاق آپ کا جانشین مقرر کر دیا گیا۔

خانقاہ سراجیہ کی ہمہ جہت ترقی کیلیے خدمات:

حضرت مولانا خان محمدؒ عام وخاص کی محبوب شخصیت تھے۔ وہ ایک ایسا شفیق ومہربان سائبان تھے جس کے سائے تلے ہر مکتب فکر کے افراد سکون واطمینان محسوس کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مختلف الخیال باہمی لوگ نظریاتی اختلافات کے باوجود حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور بقدر ظرف واستطاعت فیض حاصل کرتے، حضرتؒ انتہائی کم گو اور محتاط طبیعت کے باوجود علاقائی اور ملکی سطح پر ہونے والی مذہبی وسیاسی سرگرمیوں سے لاعلم ہرگز نہ تھے۔ عہد حاضر کی جدید اصطلاح ''سوشل کنٹریکٹ'' کے تناظر میں بھی دیکھا جائے تو ایک خانقاہی مزاج رکھنے والی شخصیت کے عامۃ الناس سے اس قدر گہرے روابط پر تعجب ہوتا ہے۔ حضرتؒ انتہائی خندہ پیشانی سے تمام امور کی نہ صرف ادائیگی فرماتے بلکہ خانقاہ سراجیہ کی تعمیر وترقی، مدرسہ سعدیہ کے نظم ونسق، طلباء وسائلین خانقاہ کے علاوہ علاقہ بھر کی خبر گیری کرتے۔ جہاں تک ممکن

ہوسکتا اپنا کردار بھرپور انداز میں ادا کرتے۔ آپ کی انہی توجہات کے باعث خلق خدا میں آپ کو بے انتہا محبوبیت ومقبولیت حاصل ہوئی۔ ۱۹۵۶ء میں حضرت مولانا عبداللہ ؒ کی وفات کے بعد جب آپ مسند نشین خانقاہ ہوئے تو اس وقت خانقاہ سراجیہ ایک بے آب وگیاہ علاقہ میں قائم شدہ واحد نشان عظمت تھی۔ چاروں اطراف میں کئی میل تک آبادی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ تاہم خانقاہ سراجیہ اور مدرسہ سعدیہ جو حضرت مولانا ابوسعد احمد خان صاحب ؒ کی علمی و روحانی خدمات وتوجہات کے سبب برصغیر کے علمی و روحانی حلقوں میں اپنی حیثیت منوا چکے تھے۔ حضرت مولانا خان محمد ؒ نے اس باغیچۂ علم وحکمت کی خوب خوب آبیاری کی، حضرت مولانا احمد خاں صاحب ؒ نے اپنے حیات میں ہی خانقاہ کے ساتھ ساتھ ایک عظیم الشان لائبریری بھی قائم کی تھی جس میں ہزاروں دستیاب ونایاب دینی کتب کا ایک بیش قیمت ذخیرہ مہیا کیا گیا تھا اوراس کے لیے بیرون ملک شائع ہونے والی کتب بھی بصد اہتمام لائبریری کی زینت بنائی گئی تھیں جن سے اہل علم وتحقیق استفادہ کیلیے جوق در جوق تشریف لاتے۔ حضرت مولانا عبداللہ ؒ کے بعد حضرت خواجہ خان محمد ؒ نے بھی خانقاہ سراجیہ، مدرسہ سعدیہ اور سراجیہ لائبریری کی وسعت میں مزید کئی گنا اضافہ کیا۔ یہ آپ ہی کی توجہات اور شبانہ روز محنت وجدوجہد کا ثمر ہے کہ آج نہ صرف خانقاہ ومدرسہ وسعت پذیر ہیں بلکہ اطراف میں بھی جدید عمارات، ادارے، کالونیاں وجود میں آ چکی ہیں۔ خانقاہ سراجیہ کی ۹۰ برس قبل تعمیر شدہ مسجد، خانقاہ کے حجرے اور مدرسہ سعدیہ کی قدیم وجدید عمارت اپنے حسن وجمال کے ساتھ قائم ودائم ہیں اور حضرت خواجہ خان محمد صاحب ؒ کے زیر سرپرستی وزیر تربیت ان کے صاحبزادگان وجماعت مخلصین اس کا نظم ونسق شاندار انداز میں چلاتے رہے اور اب بھی چلا رہے ہیں۔

تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر آپ ؒ کی خدمات

خانقاہ سراجیہ کے بانی مرشد العلماء والصلحاء حضرت مولانا احمد خاں صاحب ؒ کی دینی خدمات کا دائرۂ کار صرف خانقاہ کے اصلاحی نظام تربیت وتزکیہ تک ہی محدود نہ تھا بلکہ وہ ان تمام دینی تحریکات کے سرپرست مؤید ومعاون بھی تھے جو مختلف عنوانوں سے برپا ہو رہی تھیں، تحریک جدوجہد آزادی ہو یا تحریک خلافت ہو یا تحریک ختم نبوت، حضرت مولانا احمد خاں صاحب ؒ ان تحریکات میں دامے درمے سخنے شریک رہے۔ بالخصوص تحریک تحفظ ختم نبوت میں آپ کا کردار انتہائی اہم اور سرپرست کا رہا۔ ۲۹/دسمبر ۱۹۲۹ء میں تحریک خلافت کے چند اہم ارکان نے برصغیر کے سیاسی حالات کی نوعیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک نئی تحریکی قوت بنانے پر اتفاق کیا تھا۔ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا داؤد غزنوی، مولانا ظفر علی خان، مولانا مظہر علی اظہر، مفکر احرار چودھری افضل حق، شیخ حسام الدین اور غازی عبدالرحمٰن امرتسری سمیت دیگر چند علماء حضرات نے مشاورت سے ”مجلس احرار اسلام“ کی بنیاد رکھی اور حضرت امیر شریعت سید عطاء شاہ بخاری ؒ اس جماعت کے پہلے امیر مقرر کر دیئے گئے۔

قیام جماعت کے بنیادی اہداف بڑے واضح تھے۔ اوّل: ہندوستان میں فرنگی سامراج اور اس کے زرخرید ٹاؤٹوں کے خلاف رائے عامہ کا شعور بیدار کرنا، فرنگی اقتدار کے خاتمہ اور ہندوستان کی آزادی کیلیے جدوجہد کرنا۔ دوم: فرنگی کے خود کاشتہ پودے مرزا غلام قادیانی کے دعویٰ نبوت کے بارہ میں مسلمانوں کو آگاہ کرنا اور مرزائیت کے ابطال کیلیے جامع کوشش

کر کے مسلمانانِ برصغیر کو اس فتنۂ ارتداد سے بچانا، حضرت امیر شریعت ؒ کی زندگی بھر کی جدوجہد اور مجلس احرار اسلام کے زعماء و کارکنوں کی تمام تر قربانیوں کا حاصل بنیادی طور پر یہی دو مقاصد قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ بالخصوص قیام پاکستان کے بعد تو فتنۂ مرزائیت کا تعاقب مجلس احرار اسلام کا اولین مقصد بن گیا۔ ۱۹۵۳ء میں برپا ہونے والی عظیم الشان ''تحریک تحفظ ختم نبوت'' کا سہرا حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ اور مجلس احرار اسلام کے سر ہے۔ یہی وہ تاریخ ساز تحریک تھی جس نے بعد ازاں مرزائیوں کی غیر مسلم حیثیت کو قانونی شکل میں ثبت کیا۔ شہیدان ختم نبوت کا مقدس خون رنگ لایا اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی پارلیمان نے مرزائیوں کو متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ۱۰ ہزار فدا کاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آقا و مولا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عفت و عصمت اور منصب ختم نبوت کا تحفظ کرتے ہوئے اپنی قیمتی جانیں نچھاور کر دی تھیں۔ حضرت امیر شریعت ؒ نے جب مجلس احرار اسلام کا شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت قائم کیا تو بانی خانقاہ سراجیہ حضرت مولانا ابوسعد احمد خاں ؒ نے مجلس احرار اسلام اور حضرت امیر شریعت ؒ کی نہ صرف بھرپور حمایت کی بلکہ اپنا مکمل عملی تعاون بھی پیش کر دیا اور تادم آخر یعنی اپنے سال وفات ۱۹۴۱ء تک اس کی ہمہ جہتی سرپرستی فرماتے رہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین حضرت مولانا عبداللہ ؒ نے بھی اپنے مرشد گرامی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا اور خانقاہ سراجیہ کو اس عظیم تحریک میں ایک اہم مقام حاصل تھا۔ ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہزاروں عقیدت مندوں کو حکماً تحریک میں شامل ہونے کیلیے کہا گیا۔ حتیٰ کہ اسی تحریک میں حضرت مولانا خان محمد ؒ خود بھی گرفتار ہوئے، خانقاہ سراجیہ کے تحریک ختم نبوت، مجلس احرار اسلام اور حضرت امیر شریعت ؒ اور خانوادۂ امیر شریعت ؒ سے گہرے تعلق کا ایک الگ باب ہے جس کا مختصر تذکرہ آئندہ سطور میں ہوگا۔

حضرت مولانا خان محمد ؒ نے خانقاہ سراجیہ کی مسند ارشاد پر بیٹھ کر ۵۵ برس پر محیط ایک طویل عرصہ تک بے مثال خدمات سرانجام دیں، دین اسلام کی تبلیغ اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیلیے ہر ممکن کوشش کو بروئے کار لائے اور تمام جماعتوں سے وابستہ اکابر و اصاغر علماء کی اکثریت کو تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر یکجا کئے رکھا۔ حضرت خواجہ صاحب ؒ کا یہ فقید المثال کارنامہ ناقابل فراموش ہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک کے دوران ۹ اپریل ۱۹۷۴ء کو حضرت علامہ انور شاہ صاحب قدس سرہٗ کے شاگرد رشید حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ؒ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت اس شرط پر قبول فرمائی تھی کہ اگر حضرت مولانا خان محمد نائب امیر بنیں تو میں بھی امارت قبول کرلوں گا۔ چنانچہ ۹ اپریل ۱۹۷۴ء کو ہی حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ؒ مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ اور حضرت مولانا خان محمد ؒ نائب امیر مقرر ہوئے تھے۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ؒ کے انتقال کے بعد ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا امیر منتخب کرلیا گیا اور پھر تادم آخر امارت کا منصب آپ کے نام ہی منسوب رہا۔ اپنے عہد امارت میں آپ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیلیے سرگرم عمل رہے۔ پوری دنیا میں سفر کیے۔ ۱۹۸۴ء میں قادیانی سربراہ ''مرزا طاہر'' ملک سے فرار ہو کر اپنے حقیقی آقاؤں کے دیس ''برطانیہ'' جا بیٹھا تو حضرت مولانا خان محمد ؒ نے بھی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے جماعت کے ذمہ داروں کو حکم فرمایا کہ قادیانیوں کا تعاقب برطانیہ جا کر بھی کیا جائے اور

اس سے پہلے کہ وہ برطانیہ میں بسنے والے مسلمانوں کو فتنہ ارتداد میں مبتلا کردیں، برطانوی مسلمانوں میں تحفظ ختم نبوت کی اہمیت اجاگر کی جائے اور قادیانیوں کے مکروہ عزائم سے انہیں ہر ممکن طریقہ سے باخبر کرنے کی کوشش کی جائے، چنانچہ آپ ہی کی زیرِ سرپرستی لندن میں ختم نبوت کا مرکز بنا کر تحریر و تقریر کے ذریعہ قادیانیوں کے باطل عقائد کی نقاب کشائی کی گئی اور ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو اس فتنہ خبیثہ کے شاطرانہ جال سے محفوظ و مامون بنایا گیا۔

حضرت مولانا خان محمد ﷫ اپنی پیرانہ سالی کے باوجود دنیا بھر میں تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے منعقد ہونے والے اجتماعات، کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت فرماتے رہے۔ بالخصوص پاکستانی علماء کی نئی پود کو اس مشن کیلیے حضرت نے کمربستہ کیا اور انہیں امریکہ، برطانیہ، ہالینڈ، جرمنی، فرانس، سپین، جنوبی افریقہ، انڈونیشیا، ملائیشیا اور تمام خلیجی ریاستوں میں وفود کی صورت روانہ کرکے مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت اجاگر کرنے اور مسلمانوں تک قادیانی گروہ بارے معلومات فراہم کرنے کی پُرزور مہم بھی شروع کی جس کے نتائج انتہائی شاندار اور ایمان افزا رہے۔ یہی وجہ تھی کہ خانقاہ سراجیہ اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد ﷫ کو عالمی سطح پر مقبولیت حاصل ہوئی، ان کا نام اور کام ہر جگہ قابل ستائش و قابل احترام تسلیم کیے گئے۔

حضرت امیر شریعت ﷫ اور ان کے خانوادے سے تعلق:

خانقاہ سراجیہ کے بانی حضرت مولانا احمد خاں صاحب ﷫ کا حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ﷫ سے بہت گہرا قلبی تعلق تھا۔ انھوں نے ہمیشہ مجلس احرار اور حضرت امیر شریعت کی نہ صرف حمایت کی بلکہ بھرپور انداز میں سرپرستی بھی فرمائی۔ ایسے بے شمار واقعات تاریخ کا حصہ ہیں جو دونوں بزرگ حضرات کے مابین گہرے قلبی تعلق کے ثبوت کے طور پر پیش کیے جاسکتے ہیں۔ حضرت شاہ جی پر قائم شدہ معروف زمانہ ''سکندر حیات کیس'' اس تعلق کی ان جہتوں سے متعارف کراتا ہے جو ہر کسی پر منکشف نہیں ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں لالہ موسیٰ میں کی گئی حکومت مخالف ایک پرجوش تقریر پر شاہ جی پر بغاوت کا مقدمہ قائم ہوا اور مظفر گڑھ سے گرفتار کرکے جیل بھیج دیے گئے۔ فرنگی اور اس کی معنوی اولاد کو یقین تھا کہ وہ اس بار اپنے اس ناقابل شکست دشمن کو عدالت سے سزائے موت دلوا کر ہی دم لیں گے لیکن ایک طرف اگر کفر اور اس کے معاونین اپنی جگہ کمربستہ تھے تو دوسری طرف اولیاء اللہ کو پروردگار عالم کے فضل و کرم، اس کی بے پناہ رحمت پر بھروسہ اور اپنے صدق و یقین پر ایمان تھا کہ بول بالا آخر کار حق کا ہی ہوگا۔ حضرت مولانا احمد خاں صاحب ﷫ ان دنوں شدید بیمار تھے کہ شاہ جی کو سزا دلوائے جانے کے منصوبہ کی اطلاع حضرت تک پہنچ گئی، بہت بے چین ہوئے اور اطلاع لانے والے سے ارشاد فرمایا: ''شاہ جی سے کہنا میں بیمار ہوں پھر ایک وظیفہ پڑھنے کو بتایا اور فرمایا کہ اگر صحت اچھی ہوتی تو میرے لیے یہ صرف ایک رات کا کام تھا لیکن اب میں بیماری کے سبب مجبور ہوں، شاہ جی سے کہنا کہ اس وظیفہ کو تین راتوں میں پڑھیں اور پھر ہوگا تماشا'' چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے برگزیدہ بندے کا یقین محکم ثابت ہوا اور لاہور ہائی کورٹ میں مقدمہ کی پیشی پر تماشا ہی ہوگیا اور سرکاری گواہ ''لدھارام'' اللہ کے فضل و کرم اور بزرگوں کی دعاؤں سے سچ اُگلنے پر مجبور ہوگیا۔ فرنگی اور اس کے ذلّہ خواروں کو بھری عدالت میں سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ ہاتھ نہ آیا اور حضرت امیر شریعت ﷫ ۵/اپریل ۱۹۴۰ء میں لاہور ہائی کورٹ سے باعزت بری کردیے گئے۔

حضرت مولانا احمد خاں صاحب ﷫ کی وفات کے بعد خانقاہ سراجیہ کے مسند نشین حضرت مولانا عبداللہ ﷫ اور

ان کے بعد حضرت خواجہ خان محمد ؒ کا تعلق خاطر بھی یونہی برقرار رہا ہے۔ بالخصوص حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ کا فرزندان امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری ؒ، حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری ؒ، حضرت مولانا سید عطاء المؤمن بخاری مدظلہ اور حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ سے تادم آخر بہت گہرا اور مضبوط تعلق قائم رہا۔ حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری ؒ سے شفقت ومحبت بھرے سلوک کے بے شمار واقعات ہیں جن میں سے چند ایک کا راقم بھی عینی شاہد ہے۔

ستمبر ۱۹۸۷ء میں عم محترم حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری ؒ برطانیہ میں مقیم چند قریبی احرار ساتھیوں کی دعوت پر برطانیہ تشریف لے گئے تھے اور ان کے ہمراہ مجلس احرار اسلام کے موجودہ مرکزی جنرل سیکرٹری جناب عبداللطیف خالد چیمہ اور راقم بھی شریک سفر تھے۔ لندن پہنچ کر معلوم ہوا کہ ختم نبوت کانفرنس لندن کے ویمبلے ہال میں منعقد ہو رہی ہے۔ حضرت محسن شاہ جی کو بھی کانفرنس میں شرکت کی رسمی دعوت دی گئی تھی لیکن نامعلوم وجوہ کی بناء پر ان کا نام اشتہار میں شائع نہ ہوسکا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ بھی ان دنوں وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ عم محترم کو ٹیلی فون پر یاد فرمایا اور کانفرنس میں شرکت کیلیے اصرار فرمایا۔ راقم اس وقت قریب ہی بیٹھا تھا اور ان کے مابین ہونے والی گفتگو کم وبیش سن رہا تھا۔ عم محترم فرما رہے تھے کہ حضرت کانفرنس میں شرکت بن بلائے مہمان جیسی ہوگی مگر حضرت کا فرمانا تھا کہ آپ اسے میرا حکم سمجھیں آپ نہ صرف کانفرنس میں شریک ہوں گے بلکہ آپ کا خطاب بھی ہوگا۔ عم محترم نے حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا چنانچہ اگلے روز ہم عرفان احمد چیمہ، عبداللطیف خالد چیمہ اور دیگر چند حضرات کے ہمرہ ”ویمبلے ہال“ پہنچے جہاں کانفرنس کا آغاز ہو چکا تھا اور متعدد مقرر حضرات خطاب فرما چکے تھے۔ جب ہال میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ سٹیج پر حضرات علماء کرام کی کہکشاں تشریف فرما تھی اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب ؒ سراپا انتظار تھے حضرت نے شفقت واکرام کا معاملہ یوں فرمایا کہ اپنی نشست سے اٹھ کر محسن شاہ جی کا استقبال کرنے سٹیج کے کنارے تک تشریف لے آئے، بغل گیر ہوئے اور فرمایا: آپ نے شرکت کر کے میرا مان بڑھایا ہے، اللہ آپ کو جزائے خیر دے، کانفرنس میں محسن شاہ جی کی تقریر بھی بے مثال ہوئی تھی اور حضرت نے بھی اسے بے انتہا سراہا، پذیرائی کی اور کانفرنس سے اگلے روز ملاقات کیلیے حضرت صاحبزادہ مولانا محمد عابد صاحب ؒ اور چند خدام کے ہمراہ محسن شاہ جی ؒ سے ملاقات کیلیے تشریف لے آئے کم وبیش تین گھنٹے تک یہ بابرکت محفل سجی رہی۔ برادر محترم عبداللطیف خالد چیمہ صاحب سے خانقاہی نسبت کا تعلق بھی تھا اس لیے ان پر بھی خصوصی نوازشات تھیں، کئی اہم امور پر ان سے مشاورت ہوتی رہی، حضرت صاحبزادہ مولانا محمد عابد ؒ کا کہنا تھا کہ حضرت خواجہ خان محمد ؒ محسن شاہ جی ؒ کے کانفرنس میں شرکت اور تقریر کرنے پر انتہائی مسرور تھے جس کا برملا اظہار انھوں نے متعدد بار فرمایا: اسی طرح عم محترم حضرت سید عطاء المؤمن بخاری مدظلہ سے بھی حضرت خواجہ خان محمد صاحب ؒ کا انتہائی لاڈ پیار اور ناز برداری کا تعلق تھا۔ عم محترم خانقاہ سراجیہ میں حضرت خواجہ صاحب کے شاگرد بھی رہے۔ وہ انہیں تقریبات میں مدعو کرتے یا ان سے مشاورت کرتے تو خصوصی توجہات سے نوازا جاتا۔ خانقاہ سراجیہ سے تعلق کی ایک اور مضبوط کڑی

میرے برادرِ عزیز پروفیسر سید محمد ذوالکفل بخاری شہید ؒ تھے، وہ حضرت خواجہ صاحب سے بیعت تھے اپنے علمی ذوق اور مزاج کی متانت کی وجہ سے حضرت ؒ کی خصوصی عنایات انہیں حاصل تھیں وہ جب بھی مکہ مکرمہ سے پاکستان تشریف لاتے حضرت کے ہاں حاضری ضرور ہوتی اور دوسری جانب حضرت خواجہ صاحب ؒ کی محبتیں تھیں کہ ان پر نچھاور ہو جاتی تھیں۔ یہی کیفیات برادر محترم حافظ سید محمد کفیل شاہ صاحب کے ساتھ بھی تھیں۔ اکثر کانفرنسوں اور اہم جماعتی اجلاسوں میں حضرت سے ملاقاتیں ہوتیں اور ان کی محبتیں، شفقتیں اور دعائیں نصیب ہوتیں۔ راقم کا سلسلۂ بیعت حضرت سید نفیس الحسینی ؒ سے تھا لیکن حضرت خواجہ صاحب ؒ کی خدمت میں جب بھی حاضری ہوئی انتہائی مہربانی اور شفقت کا سلوک فرمایا۔ راقم کی زندگی میں ایک اہم واقعہ ۱۹۹۶ء میں پیش آیا تھا۔ اکتوبر ۱۹۹۵ء میں والدگرامی حضرت سید ابوذر بخاری ؒ کا انتقال ہوا تو حضرت بھی تعزیت کیلیے تشریف لائے اور بے شمار دعاؤں اور نصیحتوں سے نوازا، حوصلہ افزائی کی۔ رحیم یار خان میں میرے والد مولانا سید ابوذر بخاری ؒ کے قریبی ساتھی اور دارالعلوم فاروقیہ کے مہتمم جناب حافظ محمد اکبر اعوان صاحب نے حضرت والد صاحب کی یاد میں اپریل ۱۹۹۶ء میں ایک جلسہ منعقد کیا تھا جس کی صدارت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب ؒ نے کرنا تھی جبکہ حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی بھی شریک جلسہ تھے اور راقم بھی حاضر خدمت تھا۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحب ؒ نے منتظم جلسہ حافظ محمد اکبر اعوان صاحب سے فرمایا: ''اس موقع پر محمد معاویہ کی دستار بندی بھی کرادو'' چنانچہ حضرت کے حسب الحکم فوری طور پر دستار مہیا کر دی گئی اور پھر مجھے حکم فرمایا کہ اپنے والد کی یاد تازہ کرتے ہوئے کچھ بیان کرو، عرض کیا کہ حضرت مجھے تو تقریر کرنا نہیں آتی جس پر اپنے مخصوص شیریں لہجے میں فرمایا (بھئی تقریر کریسو تاں آویسی) بھئی تقریر کرو گے تو آجائے گی۔ یہ میری زندگی کی پہلی اور آخری گفتگو تھی جو حضرت کے حکم پر اور ان کی موجودگی میں ایک بڑے اجتماع سے کی گئی تھی، مجھے قطعاً یاد نہیں کہ میں نے اس روز کیا کہا تھا لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ حضرت نے گلے لگایا اور پھر بسم اللہ پڑھ کر مجھ سیاہ کار کے سر پر اپنے دستِ مبارک سے دستار باندھ دی تھی۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحب ؒ آج ہم میں موجود نہیں ہیں مگر ان کی پاکیزہ شخصیت کا تأثر، ان کے اعلیٰ افکار کی خوشبو اور ان کے بے مثال کردار کی قوت اور ان کے اخلاق کریمانہ کی پُر بہار یادیں ہمارا اثاثہ ہیں، ہمارے لیے مشعل راہ ہیں، زادِ سفر ہیں، ایک بے مثال اور خاموش جدوجہد کا عملی نمونہ ہیں، ہم اہل غم، کشتگانِ فراقِ حبیب، حرماں نصیب تعزیت گزاروں کیلیے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب ؒ کی شخصیت جادۂ مستقیم پر بہر حال گامزن رہنے کا زندہ استعارہ ہے اور ہمیں انہی کی وراثت کے امین بن کر تاج و تختِ ختم نبوت کے تحفظ اور عزت و عظمت و حرمتِ ازواج و اصحاب رسول علیہ السلام کی نگہبانی کا فریضہ پوری جانفشانی سے سرانجام دینا ہوگا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب ؒ کے انتقال کے بعد خانقاہ سراجیہ کی مسند اور حضرت خواجہ صاحب کی جانشینی کیلیے بزرگوں نے حضرت کے فرزند ارجمند صاحبزادہ ''مولانا خلیل احمد صاحب'' کو منتخب کیا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں دعاء ہے کہ وہ صاحبزادہ صاحب کی زندگی میں برکت عطاء فرمائے، انہیں اپنے عظیم والد کے علم و عمل اور خانقاہ سراجیہ کی روشن روایات کا صحیح وارث و امین بنادے۔ (آمین)